سر راہ

عمیرہ احمد

سرپرائز

عمیرا احمد

سرپرائز

کیا نہیں تھا اس کی زندگی میں...؟

اعلیٰ گھر، بے تحاشا محبت، قیمتی زیورات اور ملبوسات، نوکر چاکر... ضروریات زندگی کی ہر شے، پھر بھی وہ اس زندگی سے مطمئن نہیں تھی۔

رضا حسین اس کا شوہر تھا اور شوہر بھی جان نچھاور کرنے والا، اس کے دن کو دن اور رات کو رات کہنے والا۔ بے حد مثالی شوہر، پھر بھی وہ اس سے خوش نہیں تھی۔ وہ اس زندگی سے ہی خوش نہیں تھی اور کیوں...؟ یہ شاید اس کی سمجھ سے بھی باہر تھا۔

چند سال قبل رضا حسین نے اس سے محبت کی شادی کی تھی سارے خاندان سے ٹکر لے کر۔ اس وقت وہ خوش تھی مگر، اب جیسے جیسے اس رشتے پر منافقت کی گرد پڑتی جا رہی تھی اس کا دل اس رشتے سے اچاٹ ہوتا جا رہا تھا۔

وہ دولت جائیداد پر مرنے والی لڑکی نہیں تھی۔ نہ ہی شاہانہ زندگی سے اس کی ذات پر کوئی فرق پڑتا تھا۔ اس کے نزدیک اگر کوئی چیز اہم تھی تو وہ تھی محبت۔

رضا حسین سے بھی اسے محبت ہی ہوئی تھی۔ وہ اپنے آپ میں رہنے والا ایک خوش مزاج نوجوان تھا۔ حریم اپنی ایک دوست کی عیادت کے لیے اسپتال گئی تھی وہیں اس کی ملاقات رضا حسین سے ہوئی تھی۔ رضا حسین اس کی دوست کا علاج کر رہا تھا۔ ڈاکٹر تھا اور حال ہی میں وہاں اپائنٹ ہوا تھا۔

دیکھنے میں وہ خاصا خوش شکل تھا۔ حریم اس کی پیشہ ورانہ مہارت اور اخلاق سے بہت متاثر ہو گئی تھی۔ اسی کی تعریف نے اسے رضا حسین کی طرف مائل کیا تھا۔ آنے والے دنوں میں وہ کئی بار اپنی دوست سے ملنے اسپتال گئی تھی۔ تب ہی وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب آ گئے تھے۔

رضا حسین چار بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا اور اس کی نسبت اپنی بہن کی نند سے وٹے سٹے میں طے تھی۔ مگر، حریم سے ملنے اور اس کے قریب آنے کے بعد وہ اس رشتے سے پھر گیا تھا۔ بقول اس کے حریم میں کچھ ایسی کشش تھی جو اسے کسی اور طرف مائل ہی نہیں ہونے دیتی تھی۔

حریم کو اس کا خلوص اور صاف ستھری محبت اچھی لگی تھی۔ لہٰذا اس نے بھی اس سے راہ و رسم بڑھانے میں کوئی عار محسوس نہ کی، اس کے والدین چونکہ بچپن میں ہی وفات پا گئے تھے۔ کوئی بہن بھائی بھی نہیں تھا لہٰذا وہ اپنے رشتے کی ایک چچی کے ہاں رہ رہی تھی۔ جہاں اس کے لیے زندگی موت سے کہیں بدتر تھی۔ اسے مناسب وقت پر شادی کرنی تھی اور کسی ایسے ہی شخص سے کرنی تھی جو اس کی زندگی کو سنوار دیتا۔

رضا حسین کے ساتھ اس کی شادی کے فیصلے کو اس کے چچا نے سراہا تھا۔ تاہم چچی خوش نہیں تھی۔ رضا کے فیملی بیک گراؤنڈ، اخلاق اور شرافت کو جانچنے کے بعد وہ انہیں اپنی بیٹی کے لیے زیادہ مناسب لگا تھا۔ مگر شوہر کے دباؤ کی وجہ سے مجبوراً انہیں یہ پرپوزل حریم کے لیے قبول کرنا پڑا تھا۔ حریم جان گئی تھی کہ وہ دوبارہ زندگی میں کبھی اس گھر میں اس حیثیت سے نہیں رہ سکے گی جس حیثیت سے وہ رہتی آئی تھی۔

رضا حسین سے شادی کے ابتدائی دن بہت خوش گوار بسر ہوئے تھے۔ وہ جہاں پیر دھرتی تھی وہاں وہ اپنی پلکیں بچھا دیتا تھا۔ تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسے یوں محسوس ہونے لگا جیسے رضا حسین اس سے مخلص نہیں ہے۔ دونوں کے تعلق میں وہ گرم جوشی بھی مفقود تھی جو کہ ہونی چاہیے تھی وہ زندہ دل لڑکی تھی۔ اسے ہر وقت اٹھکھیلیاں اچھی لگتی تھیں۔ ہنسنا بولنا اچھا لگتا تھا جب کہ رضا ٹھہرے پانیوں جیسا شخص تھا۔ جسے اپنے پیشے سے بھی بے حد محبت تھی۔

اس کا کہنا اور ماننا تھا کہ محبت ہر وقت اظہار کی محتاج نہیں ہے۔ اس کی دل کشی دل کے طاقچے میں مقید رہنے سے بھی بڑھتی ہے اس وقت جب آپ اپنے محبوب کو کسی قسم کی شکایت کا موقع نہ دو، دونوں کے متضاد خیالات اور مشاغل نے حریم کو اس رشتے سے بددل کر دیا تھا۔

اسے ابھی اپنے حسن کے سحر کو برقرار رکھنا تھا لہٰذا وہ ابھی ماں بننے کے مرتبے پر فائز ہونا بھی نہیں چاہتی تھی رفتہ رفتہ اس نے گھر کے کاموں سے بھی ہاتھ کھینچ لیا۔ تاہم رضا نے اس کا برا نہیں مانا وہ اسے مکمل آزادی اور چاہت کے ساتھ خوش رکھنا چاہتا تھا کہ وہ لڑکی اس کے دل میں بہت اعلیٰ مقام پر فائز تھی۔

انہی دنوں حریم کے سیل پر رانگ کالز کا سلسلہ بڑھ گیا تھا۔

اس نے چیک کیا تو پتا چلا کہ وہ غلطی سے اپنا نمبر اپنے Face Book اکائونٹ میں لکھ بیٹھی تھی اور یہ تنگ کرنے والے لوگ وہی تھے۔ تب پہلی فرصت میں اس نے اپنا موبائل نمبر تبدیل کیا تھا۔ رضا جانتا تھا کہ وہ نیٹ استعمال کرتی ہے مگر پھر بھی اس نے اس پر کوئی پابندی نہیں لگائی تھی کہ اس کی محبت ایسی ہی فیاض تھی۔

شادی کا ایک سال جیسے تیسے گزر گیا تھا۔

حریم سے محبت کے ساتھ ساتھ رضا حسین کی مصروفیات اور ذمہ داریاں بھی بڑھتی گئی تھیں۔ تاہم اپنے فرائض سے وہ کبھی ایک پل کے لیے غافل نہیں ہوا تھا۔ اس کی چاروں بہنیں اپنے اپنے گھروں میں آباد ہو چکی تھیں۔ اب صرف بوڑھے ماں باپ کا ساتھ تھا اور اس کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ وہ ان کے ساتھ بھی کوئی زیادتی نہ ہونے دے تاہم حریم کی ان دونوں کے ساتھ نہیں بنتی تھی۔

شروع سے ہی اس کے دل میں یہ پھانس چبھی ہوئی تھی کہ وہ لوگ اسے اکلوتی بہو کی حیثیت سے قبول کرنے کو تیار نہیں تھے۔ جس بہن کی نند کے ساتھ رضا منسوب تھا وہ بھی اسے ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔ لہٰذا آئے روز گھر میں کوئی نہ کوئی ڈراما لگا ہی رہتا تھا۔

انہی دنوں حریم کی Face Book آئی ڈی میں ایک نیا لڑکا عمار شامل ہوا۔ اس کی طرح وہ بھی خوش مزاج اور قدرے کھلنڈرے جذبات کا مالک تھا۔ حریم نے شروع میں اسے کوئی خاص لفٹ نہیں کروائی تھی

تاہم رفتہ رفتہ وہ جیسے اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا تھا۔ اس کی یہی شدت حریم کو اچھی لگی تھی وہ واقعی ویسا ہی تھا جیسا وہ چاہتی تھی۔

اس نے سوچا تھا وہ Face Book چھوڑ دے گی مگر عمار نامی اس شخص سے دوستی کے بعد اس نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ اب صبح و شام سوائے Face Book کے اسے اور کوئی کام ہی نہیں تھا۔ عمار نے اسے بتایا تھا کہ اس کی صرف ایک بہن ہے جو اس سے بڑی ہے اور اس کی ابھی شادی نہیں ہوئی ہے۔ باپ حیات نہیں ہے تاہم ماں ہے حریم کو اس کے گھر والوں کے بارے میں جان کر بہت اچھا لگا تھا۔ سب سے اہم بات یہ تھی کہ وہ اس سے جھوٹ نہیں بولتا تھا۔ اس کی سچائی اور محبت کی شدت دیکھتے ہوئے حریم نے بہت مشکل سے اسے اپنے بارے میں سب کچھ سچ سچ بتانے کا فیصلہ کیا تھا اور اس وقت اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی جب اس کے بارے میں سچائی جان کر بھی عمار نے اس سے تعلق ختم نہ کیا البتہ اس کی ہمدردی مزید بڑھ گئی۔

حریم نے اپنی ازدواجی زندگی کی ہر بات اسے بتا دی تھی۔ یہ بھی کہ وہ ڈاکٹر رضا سے شادی کے بعد اپنے فیصلے سے مطمئن نہیں ہے۔ شاید رضا حسین وہ شخص ہی نہیں جو اس نے خدا سے مانگا اور چاہا تھا اور تب عمار نے اسے مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنی زندگی مزید برباد مت کرے اگر وہ رضا حسین کے ساتھ خوش نہیں ہے تو اسے ابھی اپنے لیے کچھ بہتر سوچ لینا چاہیے اور تب اس نے عمار سے مدد کی درخواست کی تھی۔ وہ جاننا چاہتی تھی کہ رضا حسین کی اس درجہ مصروفیات کا باعث کیا ہے کہ اس کے پاس اسے گھمانے پھرانے اور اس کی مداح سرائی کرنے کا وقت ہی نہیں۔

عمار نے اس سے کہا تھا کہ وہ اس کی مدد کرے گا۔ ساتھ ہی اس نے اسے تسلی بھی دی تھی کہ اس کی مداح سرائی کے لیے وہ اکیلا ہی کافی ہے۔ اسے اپنے شوہر کی بے پروائی پر کڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں اگلے دو ماہ میں عمار کے توسط سے بہت سی باتیں اس کے علم میں آئی تھیں اور ان میں سب سے تکلیف دہ بات رضا حسین کا اس سے فیئر نہ ہونا تھا۔

اس روز وہ بہت روئی تھی۔ تاہم اس نے رضا حسین پر کچھ بھی ظاہر نہیں ہونے دیا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کے مزاج میں تبدیلی آنے لگی تھی۔ پہلے وہ رضا کے قریب رہنے کے بہانے ڈھونڈتی تھی اور اب اس کی قربت سے بھاگتی تھی۔

وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اسے کیا ہوتا جا رہا ہے۔

صرف اس کی خوشی کے لیے اس نے اپنی مصروفیات بھی کم کر دی تھیں مگر وہ پھر بھی خوش نہیں تھی۔ اب تو اس نے علیحدہ گھر کا مطالبہ بھی کر دیا تھا۔ رضا اس کی ہر بدتمیزی خاموشی سے سہہ جاتا تھا مگر یہ مطالبہ ماننا اس کے لیے از حد شرمندگی کا باعث تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے بہت پیار سے اسے اس مسئلے پر سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ مگر وہ نہیں مانی تو اس نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔

حریم شاید یہی چاہتی تھی۔

دونوں کے بیچ بات چیت بند ہو گئی تھی۔ اس نے اپنا بستر بھی رضا سے الگ کر لیا تھا اس کے تمام کام بھی ملازمہ پر ڈال دیے۔ وہ اس کی ان حرکتوں سے کتنا ہرٹ ہو رہا ہے اسے پروا نہیں تھی۔ عمار اب اس سے ملنے لگا تھا۔

وہ شخص اپنی باتوں اور لفظوں میں جتنا خوب صورت تھا۔ حقیقت میں بھی اس سے کہیں زیادہ خوب صورت تھا۔ حریم کو حیرت ہوتی تھی کہ اتنا خوب صورت، مالدار ہونے کے باوجود وہ اس جیسی بظاہر عام سی لڑکی کو کتنی اہمیت دے رہا تھا۔ کیسے ہر ہر بات میں اس کی تعریف کرتا تھا۔ اس کا خیال رکھتا تھا۔ اسے پیار دیتا تھا۔

وہ اپنے نصیب پر جتنا بھی رشک کرتی کم تھا۔

اس روز موسم بہت سرد تھا۔ صبح اسپتال کے لیے جاتے ہوئے رضا نے اسے منانے کی کوشش کی تھی مگر، اس نے اس کوشش کو کامیاب نہیں ہونے دیا۔

اگر وہ اس سے صلح کر لیتی تو پھر الگ کمرے میں کیسے سوتی؟ ساری رات جاگ کر اپنے محبوب سے اس کی من پسند باتیں کیسے کرتی؟

رضا مایوس لوٹ گیا تھا۔ پچھلے ایک ہفتے سے اس کی نیند اور خوراک متاثر ہو رہی تھی۔ اس کی ماں نے اسے کہہ دیا تھا کہ وہ حریم کی بات مان لے وہ دونوں بوڑھے میاں بیوی اکیلے رہ لیں گے مگر وہ نہیں مانا تھا اسے یقین تھا کہ حریم کا غصہ ڈھل جائے گا اور وہ اس کی بات مان لے گی۔

رضا کے اسپتال جانے کے بعد وہ اپنی ساس کے منع کرنے کے باوجود عمار سے ملنے چلی گئی تھی۔ موسم خوب صورت اور سرد تھا مگر من پسند ہم سفر کے ساتھ نے اس کا حسن مزید دوبالا کر دیا۔ صرف اس کی فرمائش پر عمار نے اسے پورا شہر گھمایا تھا۔

اب شام ڈھلنے لگی تھی۔ واپسی کے سفر میں اس نے اس سے پوچھا تھا۔

''عمار! آج نہیں تو کل تمہاری شادی ہو جائے گی ممکن ہے جو لڑکی تمہاری بیوی کی حیثیت سے تمہاری زندگی میں آئے تم اسے مجھ سے بھی زیادہ چاہنے لگو۔ اگر ایسا ہوا تو کیا تم مجھے بھول جاؤ گے۔''

''نہیں، میں شادی ہی نہیں کروں گا۔''

''گھر والوں نے مجبور کیا تب بھی نہیں؟''

''نہیں، مجھے کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔''

''اچھا اگر میری شادی نہ ہوئی ہوتی تو کیا تم مجھ سے شادی کر لیتے؟''

''شادی ہو گئی تو کیا ہوا' میں جسموں سے محبت کا قائل نہیں ہوں۔ یہ تم اچھی طرح جانتی ہو۔''

مکمل توجہ ڈرائیونگ پر مرکوز کیے اس نے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔ حریم کے دل پر ہلکی ہلکی پھوار پڑنے لگی فرطِ جذبات میں اس نے عمار کا بایاں بازو اپنے بازوئوں کے حصار میں لیتے ہوئے اپنا سر اس کے شانے پر ٹکا دیا تھا۔

''میں تمہیں پانا چاہتی ہوں عمار' ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اگر کوئی اور لڑکی تمہاری زندگی میں آئی تو میں مر جائوں گی۔''

''آج ایسا کہا ہے آئندہ کبھی مت کہنا نہیں تو میں بات نہیں کروں گا۔''

''ٹھیک ہے نہیں کہوں گی۔ مگر کیا تم مجھ سے شادی کر سکتے ہو؟''

''ہاں' کر سکتا ہوں مگر میں کسی کا دل نہیں دکھا سکتا حریم۔ تمہارا شوہر ہے جو تم سے محبت کا دعوے دار بھی ہے اس کا کیا ہو گا۔''

''وہ میرا شوہر ہے مگر مجھ سے مخلص نہیں ہے اور جو شخص مجھ سے مخلص ہی نہیں ہے۔ میں اس کے ساتھ رہوں یا اسے چھوڑ دوں کیا فرق پڑتا ہے؟''

''ہوں پھر بھی میں تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ تم کسی قسم کی جذباتیت میں کوئی فیصلہ مت کرنا۔''

''یہ جذباتیت نہیں ہے۔ بہت سوچ سمجھ کر میں یہ قدم اٹھا رہی ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ تم سے نہیں کہا اب تک۔''

عمار کا بازو چھوڑتے ہوئے اس نے کھڑکی کی طرف رخ کیا تھا۔

''عجیب کشمکش ہے جس میں' میں پھنسی ہوئی ہوں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ عمار تم میرے خوابوں کا حاصل ہو' تم بالکل ویسے ہی ہو جیسا میرا خواب ہے۔ افسانوں' ناولوں کے ہیروز جیسے جب زندگی صرف ایک بار ملتی ہے تو میں بھی کیوں ناں اسے اپنے من پسند ہم سفر کے ساتھ بسر کروں' کیا میرا اپنی زندگی پر کوئی حق نہیں' تم نے ہی تو کہا تھا مجھے اپنی زندگی مزید برباد نہیں کرنی چاہیے۔''

''ٹھیک ہے' لیکن کیا تمہیں یقین ہے کہ رضا حسین تمہیں آسانی سے آزاد کر دے گا۔''

’’نہیں وہ ایسا شخص ہے کہ اگر میں اس کی جان لینے کی کوشش بھی کر لوں تب بھی وہ مجھ سے نفرت نہیں کرے گا۔ مگر پھر بھی میں اس کی جان لے سکتی ہوں۔‘‘

’’مگر میں تمہیں کسی کی جان لینے نہیں دوں گا۔ اتنا خود غرض نہیں ہوں میں کہ اپنی خوشیوں کے لیے تمہیں مصیبت میں ڈال دوں۔ تم صرف اس سے ڈائیوراس لو گی اور بس۔‘‘

’’ٹھیک ہے۔ تو اب ہم اسی دن ملیں گے جب میں اس فضول کے بندھن سے آزاد ہو جاؤں گی۔‘‘

’’سوچ لو اتنے دن میرے بغیر رہ جاؤ گی۔‘‘

’’ہاں تمہیں ہمیشہ کے لیے پانے کے لیے تھوڑے دن کی عارضی جدائی کا زہر تو پینا ہی پڑے گا۔‘‘

’’ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی۔‘‘

’’میری ایک مدد کرو گے؟‘‘ گاڑی سے اترتے ہوئے اچانک وہ پلٹی تھی۔

’’ہاں بولو۔‘‘

’’مجھے رضا سے ڈائیوراس میں تمہاری مدد چاہیے۔‘‘

’’کیسی مدد۔‘‘

’’وہ کل ملائشیا جا رہا ہے۔ دو روز بعد واپس آئے گا۔ میں چاہتی ہوں جب وہ واپس آئے تو ہم دونوں کو نا قابلِ برداشت حالت میں دیکھ کر مشتعل ہو جائے اور غصے میں طلاق دے دے۔‘‘

’’آئیڈیا برا نہیں ہے مگر سوری۔ میں اس کے سامنے نہیں آؤں گا۔ ہمارے کچھ فیملی ریلیشن ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ وقت سے پہلے میرا امیج کسی کی نظر میں خراب ہو' ہاں میں اپنے کسی قریبی دوست کی مدد لے سکتا ہوں اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو۔‘‘

’’ٹھیک ہے بس میں اور وہ کمرے میں تنہا ہوں گے۔ رضا کے لیے یہی بہت ہے کہ میں نے اس سے بے وفائی کی۔‘‘

’’اوکے' اللہ نے چاہا تو ویسا ہی ہو گا جیسا تم چاہتی ہو۔‘‘

’’تھینک یو عمار آئی لو یو سو مچ۔‘‘ سرشاری سے کہتی اس کی گاڑی سے نکل آئی تھی۔

☆☆☆

اگلی صبح رضا ملائیشیا جا رہا تھا۔ پانچ بجے اس کی فلائٹ تھی۔ وہ تین بجے ہی بیدار ہو گیا تھا۔ حریم ابھی سو رہی تھی۔ اس نے اسے ڈسٹرب کیے بغیر وضو کیا۔ تہجد کی نماز پڑھی اور کمرے سے نکل گیا۔

اپنی تیاری اس نے کل رات ہی مکمل کر لی تھی۔ والدین سے ملنے کے بعد وہ کمرے میں آیا تھا۔ حریم جاگتے ہوئے بھی سوتی بنی رہی۔ وہ ڈریسنگ روم میں گھس گیا۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔

جلدی کرتے ہوئے بھی تاخیر ہو رہی تھی۔ مکمل تیار ہو کر بیگ اٹھانے سے قبل اس نے زبردستی حریم کو جگا کر اپنے مقابل کر لیا۔ پھر یونہی گلے سے لگاتے ہوئے اس کے کان میں بولا۔

”میں جا رہا ہوں اپنا خیال رکھنا واپسی پر ایک بہت بڑا سرپرائز دوں گا۔“

”میں بھی۔“

مسکراتے ہوئے حریم نے اسے دیکھا تھا۔ وہ اس کی پیشانی چومتے ہوئے کمرے سے نکل گیا۔ دو روز کے بعد اس کی واپسی ہوئی تھی۔ ایئرپورٹ پر پہنچتے ہی اس نے حریم کو اپنی آمد سے آگاہ کرنے کے لیے کال کی تھی۔ مگر اس نے اس کی کال پک نہیں کی کئی بار ٹرائی کے بعد اس نے سیل جیب میں ڈالا اور اسے سرپرائز دینے کا سوچ کر بنا ڈرائیور کو کال کیے ٹیکسی سے گھر چلا آیا۔

سنڈے کے باعث ملازم چھٹی پر تھے۔ گھر کے اندر بھی کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ بڑی بی کے کمرے میں جھانکنے کے بعد اس کے قدم حریم کے کمرے کی طرف اٹھے تھے۔ از حد سرشاری کے عالم میں اس نے دروازے کی ناب گھما کر اندر قدم رکھا تھا مگر!...

سامنے موجود منظر نے اسے ساکت کر ڈالا۔

سورج طلوع ہونا بھول سکتا تھا‘ دریا الٹے بہہ سکتے تھے‘ ہوائیں چلنا رک سکتی تھیں مگر!...

اس کی حریم اس درجہ گر نہیں سکتی تھی۔ یہ وہ لڑکی تھی جسے اس نے اپنی جان سے بھی عزیز رکھا تھا۔

بہت اچانک اس کے دل پر دباؤ بڑھا تھا اور اگلے ہی لمحے ساری خواہشیں‘ سارے خواب مٹی ہو گئے۔ حریم پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس خوب صورت توانا شخص کو دیکھ رہی تھی۔ جسے اس کی بے وفائی نے لمحوں میں چت کر ڈالا تھا۔ کتنا پکا تھا وہ شخص اپنی عادتوں اور دعوئوں میں‘ طلاق دینے اور لینے کی نوبت ہی نہیں آئی تھی۔ اس سے پہلے ہی وہ زندگی کی بازی ہار گیا تھا۔

☆☆☆

مکمل سیاہ لباس میں ملبوس افسردہ سی وہ عمار کے ساتھ بیٹھی تھی اور وہ کہہ رہا تھا۔

”جو کچھ ہوا‘ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ صحیح کہتے ہیں کہنے والے عورت کی ہوس اور لالچ کی کوئی حد نہیں‘ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم واقعی اتنی سفاک ہو سکتی ہو‘ جاننا چاہو گی کہ میں نے تم سے راہ و رسم کیوں بڑھائے‘ خود کو تمہاری پسند کے سانچے میں ڈھال کر تمہیں اس شخص سے علیحدہ کرنا کیوں چاہا۔“

وہ چیخ رہا تھا اور حریم بالکل ساکت بیٹھی خاموش نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”منگیتر تھا وہ میری بہن کا‘ بچپن کا منگیتر اور میں... میں اس کی بہن سے منسوب تھا۔ اس بہن سے جو میرا پہلا خواب تھی‘ پہلی محبت‘ پہلا عشق تھی‘ صرف تمہاری وجہ سے نہ میری بہن کی شادی ہو سکی اور نہ میں

غیرت میں اپنی محبت کو پا سکا۔ سوچا تھا رضا کی جان تم سے چھڑا کر اپنی بد نصیب بہن کا گھر آباد کر دوں گا۔ مگر' سارے پلان کا بیڑا غرق کر دیا تم نے اب جائو اور کسی ریل کی پٹڑی پر سر رکھ کر مر جائو۔''

ہمیشہ پھول برسانے والے لب اس وقت سنگ باری کر رہے تھے۔ حریم لہولہان ہوتی روح کے ساتھ گنگ سی بیٹھی رہی۔ وہ اٹھا تھا اور اس پر دو حرف بھیجتے ہوئے مخالف سمت میں چل پڑا تھا۔ حریم دھول ہوتی نگاہوں میں چبھن محسوس کرتی ہوئی دیر تلک اسے دیکھتی رہی۔ ابھی اس نے عمار کو یہ تو بتایا ہی نہیں تھا کہ رضا نے صرف اس کی خوشی کے لیے اس کی ضد سے ہار مانتے ہوئے نہ صرف علیحدہ رہنے کا فیصلہ کر لیا تھا بلکہ وہ گھر بھی اسی کے نام کر دیا تھا۔

بڑی بی کے آنسو رکنے کا نام نہیں لیتے تھے۔

بڑے میاں کی آنکھوں کی ویرانی اور نفرت اس کا وجود چھیدتی تھی۔ کیا زندگی کبھی ایسا دھوکا بھی دیتی ہے؟ کتنی عجیب بات تھی کہ جو شخص اپنی زندگی میں اس کی صرف ایک نگاہ کو ترستا تھا۔ اسی شخص کے مرنے کے بعد اس کے دل میں پھر سے اس کی محبت سر اٹھانے لگی تھی۔

سورج اب ڈھل رہا تھا۔ اس نے ایک نظر سر اٹھا کر اوپر گدلے آسمان کی طرف دیکھا پھر شکستگی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ایک ایک قدم پر' رضا حسین کی ایک ایک یاد اس کا دامن پکڑ رہی تھی۔ شہر سے کافی دور آ کر وہ ریل کی پٹڑی پر بیٹھ گئی تھی۔

ایک سرپرائز اس نے رضا حسین کو دیا تھا جواب میں ایک سرپرائز رضا حسین اسے دے کر چلا گیا۔ ابھی تھوڑی دیر قبل ایک سرپرائز اسے عمار سے ملا تھا اور اب ایک سرپرائز اسے زندگی کو دینا تھا کہ اندھی خواہشات کی بھینٹ چڑھنے والوں کے ساتھ تقدیر عموماً ایسے ہی کھیل کھیلا کرتی ہے۔

مجھ سے مخلص تھا نہ واقف میرے جذبات سے تھا

اس کا رشتا تو فقط اپنے مفادات سے تھا

اب جو بچھڑا ہے تو کیا روئیں جدائی پہ تیری

یہ اندیشہ تو ہمیں پہلی ملاقات سے تھا

ختم شد